اسماء الرجال کی دو اساسی کتب

جمیلہ شوکت*

حدیث رسول ﷺ میں سند کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔علماء دین نے اسے دین کا حصہ قرار دیا اور کہا کہ اگر سند نہ ہوتی تو دین ضائع ہو جاتا(۱)۔ یحییٰ بن سعید القطان (م۱۸۹ھ) فرماتے ہیں:

"لا تنظروا الی الحدیث ولکن انظروا الی الاسناد، فان صح الاسناد والا فلا تغتروا بالحدیث اذا لم یصح الاسناد." (۲)

سند کی اسی اہمیت کے پیش نظر حدیث کے طلبہ نے راویوں کے حالات جاننے کے لیئے پر مشقت سفر کیے۔ ان کے نام ونسب، سال ولادت ووفات، اخلاق وآداب کی تحقیق وتفتیش پر ہی اکتفا نہ کیا بلکہ اس امر کی بھی تحقیق کی کہ رواۃ نے اپنے شیوخ سے اخذ حدیث کے طرق میں سے کس طریقے سے حدیث حاصل کی۔ راوی سے مروی عنہ کی ملاقات کے امکانات اور اسکے علمی رحلات کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے خصوصی توجہ دی گئی۔

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے حدیث رسول ﷺ کو قبول کرنے کے لیے ایک گواہ پیش کرنے کا جو احتیاط پر مبنی اور دور اندیشانہ قدم اٹھایا(۳) اور جس کا اتباع دیگر خلفائے راشدین نے بھی کیا(۴)۔ایک مسلمہ اصول کی شکل میں امت کے سامنے آیا۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت اور حضرت علیؓ کے دور خلافت میں جنگوں کے نتیجے میں مختلف فرق باطلہ ظاہر ہوئے جنہوں نے مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنے کے لیے مختلف النوع حربے اختیار کیے جن میں نمایاں حربہ وضع حدیث کا فتنہ تھا(۵)۔

رب کریم نے اپنے آخری پیغام (قرآن حکیم) کی حفاظت کا ذمہ خود لیا تو اپنے محبوب آخری رسول ﷺ کے فرمودات حفاظت کے لیے نفوس قدسیہ (محدثین کرام) کی ایک ایسی جماعت پیدا کی جو فرمان الٰہی ﴿النبی اولی بالمومنین......﴾(٦) کی جیتی جاگتی تصور بنے اور شب وروز کی مساعی جلیلہ سے احادیث کو ضبط تحریر میں لائے، حدیث صحیح کو سقیم سے اور مجروح راوی کو عادل سے ممیّز کر دیا۔ اس سلسلۃ الذهب میں امام زہریؒ، امام مالکؒ سفیان ثوریؒ، شعبہ بن الحجاجؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، عبدالرحمٰن بن مهدیؒ، ابن المدینی وغیرہم ہیں۔

رواۃ حدیث کے حالات زندگی اور ان کے عادل یا مجروح ہونے کے بارے میں کتب کی باقاعدہ تدوین

---

*پروفیسر (ایمریطس)، شعبہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان۔

تیسری صدی ہجری میں ہوئی۔ اہل علم نے ان کتب کی تالیف میں مختلف مناہج اور طریقے استعمال کیے مثلا امام احمد بن حنبلؒ نے کتاب العلل مرتب کی تو بعض طالبان حدیث نے اپنے شیوخ سے مختلف رواۃ کی استنادی حیثیت کے بارے میں سوال کیے اور ان کی رائے کو ضبط تحریر میں لائے۔ روایان حدیث کے بارے میں مرتب اور منظم انداز میں بے شمار تالیفات مرتب ہوئیں جن کی بڑی تعداد ہم تک نہیں پہنچی کہ وہ دست برد زمانہ سے محفوظ نہ رہ سکیں جبکہ بعض کے قلمی نسخے دنیا کے کتب خانوں میں موجود ہیں۔ الحمد للہ ان میں سے اکثر زیور طباعت سے آراستہ ہو چکی ہیں اور استفادے کے لیے میسر ہیں۔ اس وقت ہم رجال پر ایسی دو کتب اور ان کے مؤلفین کا مختصر ذکر کرینگے جو اس فن پر بنیادی کتب میں شمار ہوتی ہیں اور بعد میں لکھنے والوں نے اس سے بھر پور استفادہ کیا۔ یہ دو کتابیں سید المحد ثین امام بخاریؒ کی التاریخ الکبیر اور ابن ابی حاتمؒ الرازی کی الجرح و التعدیل ہے۔

بخاریؒ اور ان کی التاریخ الکبیر

ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل (م۲۵۶ھ) (۷) نے اپنے وقت کے اجل شیوخ سے سماع کیا اور ان سے اخذ کردہ احادیث کو سولہ سال کی عمر میں حفظ کر لیا۔ والدہ محترمہ کے ساتھ حج بیت اللہ کے لیے گئے تو مکہ میں ٹھہر گئے اور حجاز مقدس کے شیوخ سے استفادہ کیا۔ حافظہ کی نعمت سے مالا مال تھے۔

ایک مجلس میں ان کے خراسانی شیخ اسحاق بن راھویہؒ (م۲۳۸ھ) نے اپنے شاگردوں کے سامنے مستند احادیث کو جمع کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ امام بخاریؒ نے اس خواہش کو عملی جامہ پہنایا اور سولہ سال کی محنت شاقہ کے بعد کئی لاکھ احادیث میں سے الجامع کا انتخاب کیا(۸)۔ بخاری اپنے وقت کے ممتاز فقیہ اور مجتہد بھی تھے۔ فقہ پر ان کی دسترس کا اندازہ الجامع کے تراجم سے لگایا جا سکتا ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاریؒ نے امت مسلمہ کو مستند اور صحیح احادیث پر مشتمل ایک عظیم اور لافانی تحفہ الجامع کی صورت میں دیا تو انہوں نے اس حقیقت کو بھی نظر انداز نہیں کیا کہ حدیث کی صحت کو پرکھنے کا ایک اہم پیمانہ اور میزان احادیث بیان کرنے والوں کے حالات کا جاننا بھی ضروری ہے۔ تاکہ امت مسلمہ ضعیف اور کمزور رواۃ کو ثقہ راویوں سے ممیز کر سکے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے رواۃ حدیث پر تین کتب التاریخ الکبیر، التاریخ الأوسط اور التاریخ الصغیر مرتب کیں۔ رواۃ کے حالات پر بے شمار کتب مدون ہوئیں لیکن ان کی التاریخ الکبیر کو جو مقام ملا اور شہرت حاصل ہوئی اس کا اعتراف اہل علم نے کیا ہے۔

بقول خطیب بغدادی: یربی علی هذه الکتب کلها (۹)

یہ کتاب اس موضوع پر پہلی جامع کتاب مانی جاتی ہے۔ ابو احمد حاکم کا قول ہے:

کتاب لم یسبق الیه و من الف بعده من التاریخ...... لم یستغن عنه (۱۰)

ابوالعباس بن سعید بن عقدہ کا قول ہے:

لو ان رجلاً کتب ثلاثین ألف حدیث لما استعنی عن تاریخ البخاری (۱۱)

کتاب کی صحت اور امام صاحب کے دقتِ نظر کا اندازہ ان کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اس کی تین بار نظر ثانی کی (۱۲)۔

اس کتاب کی خبر جب اہل علم تک پہنچی تو انہوں نے اسے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان کے ہمعصر اور استاد ابن راھویہ نے جب التاریخ الکبیر کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے اور اسے سحر سے تعبیر کیا۔ ابن راھویہ نے حاکم خراسان عبداللہ بن طاہر کی خدمت میں کتاب پیش کی تو وہ دیکھ کر بہت حیران ہوئے (۱۳)۔

امام بخاریؒ کی جلالت علمی کا اعتراف اہل علم نے کھلے دل سے کیا ہے۔ وہ حافظ حدیث ہونے کے ساتھ ساتھ حدیث کے علل پر خوب دسترس رکھتے تھے۔ امام ترمذیؒ کا قول ہے:

لم أر بالعراق ولا بخراسان فی معنی العلل والتاریخ ومعرفة الاسانید اعلم من محمد بن اسماعیل (۱۴)

امام مسلم نے طبیب الحدیث فی علله کا خطاب دیا (۱۵)

تاج الدین سبکی کا کہنا ہے کہ انہوں نے اصول تاریخ کی بنیاد ڈالی (۱۶)۔

امام بخاری نے التاریخ الکبیر میں صحابہ کرامؓ سے لے کر اپنے عہد تک کے راویان حدیث کے تراجم بیان کیے ہیں۔ اس کتاب میں انہوں نے ثقہ اور ضعیف دونوں قسم کے رواۃ کے حالات بیان کیے ہیں۔ امام بخاری نے یہ کتاب روضۂ رسول ﷺ کے قریب چاندنی راتوں میں تالیف کی (۱۷)۔ امام بخاریؒ نے طوالت کے خوف سے رواۃ کے حالات میں اختصار سے کام لیا ہے (۱۸)۔

رواۃ کے تراجم حروف معجم کی ترتیب پر مرتب کیے ہیں لیکن تبرکاً محمد نامی رواۃ سے آغاز کیا ہے۔ سب سے پہلے محمد ﷺ کے مختصر حالات بیان کیے ہیں، اس کے بعد دیگر محمد نامی رواۃ کے تراجم بیان کیے ہیں۔ مقدمہ کتاب میں لکھتے ہیں:

هذه الاسامی وضعت علی ا ب ت ث وانما بدء بمحمد من بین حروف ا ب ت ث لحال النبی ﷺ لان اسمه محمد ﷺ (۱۹)

محمد نامی رواۃ کے بعد دیگر رواہ حروف معجم کی ترتیب سے بیان کیے ہیں۔

مثلا سب سے پہلے لیکن محمد کے بعد ان رواۃ کا ذکر کیا ہے جو الف سے شروع ہوتے ہیں پھر ان ناموں میں والد کا نام بھی حروف تہجی کی ترتیب پر لاتے ہیں۔ یعنی باب ابراہیم میں ان راویوں کا نام پہلے بیان کیا گیا ہے جن کے والد کا نام حرف ''الف'' سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے اگلے باب میں ان راویوں کو لانے کا اہتمام کرتے ہیں جن کے والد کا نام حرف ''ب'' سے شروع ہوتا ہے۔ یہی طریقہ آخری حرف معجم تک اختیار کیا ہے۔ داخلی ترتیب پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے ہ وہ نام جو کثیر رواۃ کا ہے ان کو مقدم کیا ہے۔ اگر کسی حرف سے صحابی کا نام ہے تو اسے پہلے لاتے ہیں یہاں وہ حرف کی ترتیب کا خیال نہیں کرتے۔ ایسا راوی جس کا ہم نام کوئی اور راوی نہیں بلکہ وہ تنہا ہے تو اس کا ذکر حرف کے آخر میں مفردات کے تحت درج کرتے ہیں جبکہ مبہم راویوں کا بیان من افناء الناس کے تحت کیا ہے۔

امام بخاری کا عمومی طریقہ یہ ہے جب وہ کسی راوی کا ترجمہ بیان کرتے ہیں تو ان کے والد، دادا کنیت، علاقے اور قبیلے کے ذکر کا اہتمام کرتے ہیں۔

بعض صورتوں میں رواۃ کی غزوات میں شرکت یا کوئی اور اہم ذمہ داری جو اس نے ادا کی ہو تو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ بعض رواۃ سے مروی احادیث ذکر کرنے کے بعد اس بات کا تعین بھی کرتے ہیں کہ راوی نے وہ روایت کب اور کہاں سنی۔ کہیں کہیں رواۃ کے سنین وفات کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ تراجم بالعموم مختصر ہیں بلکہ بعض اوقات کوئی خاص معلومات مہیا نہیں کی گئیں۔

امام بخاری رواۃ کی جرح وتعدیل کے لیے بعض مختص الفاظ استعمال کرتے ہیں لیکن وہ ان الفاظ کے استعمال میں بڑی احتیاط سے کام لیتے ہیں۔ جرح کے لیے عموماً نرم اور معتدل الفاظ کا استعمال کیا ہے مثلا کہتے ہیں: **فلان فیه نظر، فلان سکتوا عنه** وغیرہ۔ شدید ترین الفاظ **لا یصح حدیثه، فی حدیثه نظر، منکر الحدیث، متکلم فیه** استعمال کیے ہیں(۲۰)۔ شدت ورع کی وجہ سے لفظ **کذاب** یا **وضاع** بہت کم استعمال کیا ہے(۲۱) یحیٰی بن القطان بخاریؒ کا قول نقل کرتے ہیں:

کل من قلت فیه منکر الحدیث، فلا تحل الروایة عنه (۲۲)

ثقہ یا مستند رواۃ کے لیے **ثقة، حسن الحدیث** جیسے الفاظ کا استعمال کیا ہے (۲۳)۔

معتد بہ تعداد ان رواۃ کی بھی ہے جن کے بارے میں امام بخاری نے سکوت اختیار کیا ہے۔ کتاب میں ایک باب ان رواۃ پر مشتمل ہے جو اپنے آباء کی نسبت سے معروف ہیں۔ کتاب کے آخر میں **باب الکنی** ہے(۲۴)۔ یعنی ان رواۃ کا ذکر ہے جو کنیتوں سے معروف ہیں آخر میں ان چند خواتین راویات کا ذکر ہے جو کنیتوں سے معروف ہیں۔

کتاب میں بارہ ہزار سے زیادہ رواۃ کا تذکرہ موجود ہے۔ **کتاب الکنی** میں مذکور رواۃ علیحدہ ہیں اگر ان

کوشامل کیا جائے تو تعداد تیرہ ہزار سے اوپر پہنچ جاتی ہے۔

اس فن پر بعد میں لکھنے والوں نے التاریخ الکبیر پر اعتماد کیا اور اس کو بنیاد بناتے ہوئے کچھ اضافے کیے۔ امام دارقطنی (م ۳۸۵ھ) نے اس پر ایک ذیل مرتب کیا۔ (۲۵)

بعض ائمہ جرح وتعدیل نے التاریخ الکبیر پر نقد کیا ہے جس میں ابوزرعہ رازی، ابوحاتم اور خطیب بغدادی ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ اتنی ضخیم کتاب جبکہ اس منہج پر کوئی پیشرو کتاب بھی نہ ہو اور اس میں سو اغلاط بھی ہوں تو یہ تعداد بہت معمولی ہے۔ اگر ہم تیسری صدی ہجری کے وسائل سفر اور دیگر سہولتوں یعنی ادوات کتابت وطباعت اور میڈیا وغیرہ کو مدنظر رکھیں تو تعجب اغلاط کی کمی کو دیکھ کر ہوتا ہے۔

پہلی بار حیدرآباد دکن سے ۱۳۱۸-۱۳۶۰ تک شائع ہوتی رہی۔ اس وقت ہمارے سامنے اس کے بعد شائع ہونے والے دو طباعتیں ہیں۔ ایک بیروت سے ۱۹۸۶ء میں شائع ہوا، یہ چھ مخطوطات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں مفید حواشی بھی ہیں۔

دوسری اشاعت مصطفیٰ عبدالقادر عطا کی تحقیق سے دار الکتب العلمیہ بیروت ہی سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔ آغاز میں محقق نے مقدمہ لکھا ہے۔ مقدمہ میں انہوں نے علم جرح وتعدیل کا اجمالی جائزہ لیتے ہوئے اس فن کی اہمیت اور امام بخاری کے مختصر حالات زندگی بیان کیے ہیں اور کتاب کے منہج پر روشنی ڈالی ہے۔

ابن ابی حاتم الرازیؒ اور کتاب الجرح والتعدیل:

ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم الرازیؒ (م-۳۲۷ھ) (۲۶) کا تعلق علمی خاندان سے تھا۔ رے کے مشہور محدث اور ناقدفنِ رجال ابو حاتم الرازیؒ نے بیٹے کی تعلیم کا آغاز قرآن کریم سے کیا۔ ازاں بعد حدیث کی مجالس میں شرکت کی اجازت دی ابو حاتم جو اپنے طویل اور پر مشقت حالات علمی کے لیے معروف ہیں (۲۷)۔ بیٹے کو اپنے ساتھ سفر پر لے جاتے اس طرح ابن ابی حاتم کو شیوخ سے سماع اور ان سے ملاقات کا موقعہ ملا (۲۸)۔ عنفوانِ شباب کو پہنچے تو علم حدیث سے رغبت اور شوق عروج تک پہنچ چکا تھا۔ اپنے والد اور ابوزرعہ رازی کے علاوہ مختلف اقطار و مصار میں مقیم شیوخ سے استفادہ کیا(۲۹)۔ جس کی راہ میں بھوک، تھکن اور نیند بھی آڑے نہ آئی۔ مصر میں قیام کے بارے میں خود ان کا اپنا بیان ہے کہ اس عرصے میں اچھی غذا کھانے کی فرصت ومہلت نہ ملی اپنی شب روز کی مصروفیات کو کچھ یوں مرتب کر رکھا تھا؛

كل نهارنا منقسم لمجالس الشيوخ و بالليل للنسخ والمقابلة.

آگے بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ایک شیخ کی علالت کی وجہ سے مجلس حدیث منعقد نہ ہوسکی واپسی پر مچھلی فروخت ہوتے دیکھی خوشی خوشی خرید کرلائے پکانے کی نوبت نہ آسکی کیونکہ اتنی دیر میں دوسرے شیخ کی مجلس کا وقت آپہنچا تھا۔ تین دن معاملہ اسی طرح چلتا رہا آخر کا مچھلی کے خراب ہونے کے اندیشے کے کچی مچھلی کھائی اور اتنی مہلت بھی نہ ملی کی کہ کسی کو پکانے کے لیے دیتے۔ ان کا کہنا تھا کہ:

لا يستطاع العلم بر احد الجسد (۳۰)

اپنے والد سے استفادہ کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیتے جب کسی سائل نے والد سے کثرت سماع کے بارے میں سوال کیا تو، جواب دیا:

ربما كان ياكل واقرأعليه ويمشى وأمرأ عليه، يدخل البيت فى طلب شى و اقرأ عليه (۳۱)

اہل علم نے ابن ابی حاتم کے علم وفضل کا اعتراف کیا۔ علامہ ذہبی ان کے تذکرہ کا آغاز ہی العلامہ اورالحافظ ایسے عظیم الشان الفاظ سے کرتے ہیں (۳۲) آگے کہتے ہیں۔

كان بحرا لا تكدره الدلاء (۳۳)

ابویعلی الخلیلیؒ کا قول ہے:

كان بحرا فى العلوم و معرفة الرجال (۳۴)

زہد وتقوی میں بے مثل تھے۔ اور ابدال میں شمار تے ہوتے (۳۵)

مختلف موضوعات پر کتب تالیف کی (۳٦) اسماء الرجال پر کتاب الجرح و التعديل اور کتاب کا مقدمہ تقدمة الجرح و التعديل اہل علم کے درمیان مقبول ومتداول ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کا اصل محرک امام بخاریؒ کی التاریخ الكبير بنی جس میں رواۃ پر بالعموم نقد وجرح موجود نہیں۔ ابوحاتم الرازی اور ان کے ہمعصر محدث اور ممتا زناقد ابوزرعہ الرازی نے ارادہ کیا کہ وہ امام بخاری کی کتاب کی اس کمی کو پورا کرینگے یعنی رواۃ کے حالات کے ساتھ ساتھ وہ ان کے عادل اور مجروح ہونے کے بارے میں ائمہ نقد کی آراء بھی بیان کرینگے۔

ان دوائمہ کے منصوبے کو ابن ابی حاتم نے عملی جامہ پہنایا۔ انہوں نے متقدمین کے اقوال کے پہلو بہ پہلو اپنے والد کے علم وتجربے سے بھی فائدہ اٹھایا۔ ابواحمد حاکم کا بیان ہے کہ وہ ری میں تھے کہ انہوں نے ابن عبدویہ الوراق سے کہا کہ تم ابوزرعہ اور ابوحاتم کو کتاب التاريخ سناتے ہو جسے تم نے ان کی طرف منسوب کردیا ہے۔ وہ بولے کہ جب ان دونوں کے پاس کتاب التاريخ پہنچی تو انہوں نے کہا:

هذا علم لا يستغنى عنه ولا يحسنبنا ان نذكره عنغيرنا فاقعدا ابن ابى حاتم فصار يسالهما عن رجل بعد رجل وهما يجيبا نه و زادا فيه و نقصا (۳۷)

عصر حاضر کے علماء حدیث نے بھی اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ الجرح کے مؤلف نے امام بخاری کی پیروی کی اوران کی کتاب سے استفادہ کیا۔ ڈاکٹر محمد اکرم العمری کتاب الجرح کے بارے میں لکھتے ہیں

وهو من اجمع كتب الجرح والتعديل تابع فيه التاريخ الكبير للبخاری الا أنه اكثر من ايراد ألفاظ الجرح والتعديل واستوعب الكثيرمن اقوال ائمه الجرح والتعديل في الرجال فصار اخلاصة لجهود السابقين العارفين بهذا الفن (۳۸)۔

ڈاکٹر نورالدین عتر لکھتے ہیں:

وهو كتاب جليل في هذا لشان، اعتمد فيه مصنفه على ائمه العلم لا سيما الامام الكبير والده (۳۹)

ان کے تذکرہ نگار ذہبی لکھتے ہیں۔ کتاب نفيس في الجرح والتعديل (۴۰)۔ یہ حقیقت ہے کہ رواۃ کے الجرح والتعدیل پر لکھی گئی کتب میں اس کتاب کو نمایاں مقام ملا اور بعد میں آنے والوں کے لیے مستند ماخذ کے طور پر استعمال ہوئی۔

یہ کتاب اٹھ جلدوں پر مشتمل مطبوع ہے۔ مقدمہ علیحدہ مستقل جلد میں ہے۔ تقدمہ الجرح جرح ونقد کے اصول وضوابط اور مشہور ناقدین فن کے تراجم، سنت، اس کی اہمیت وضرورت اور دیگر اہم مباحث پر مشتمل ہے۔ کتاب کی جلد اول میں بھی اڑتیس صفحات کا مفید مقدمہ ہے جس میں سنت کی اہمیت، اسکی حفاظت اور الجرح والتعدیل کی ضرورت وغیرہ کا ذکر ہے۔

مولف نے اپنی اس کتاب میں صحابہ کرامؓ سے لے کر اپنے زمانے تک کے رواۃ کا ذکر کیا ہے۔ راوی کے حالت میں ضمن میں عموما وہ اسکے نام، نسب، نسبت ارکنیت کا ذکر کرتے ہیں۔ ترجمہ میں راوی کے شیوخ وتلامذہ کے ذکر کے علاوہ اس کے علمی اسفار، زہد وتقوی یا کوئی اور نمایاں وصف ہوتو اس کو بیان کرتے ہیں۔ اسکے بعد اس کے ثقہ یا ضعیف ہونے کا حکم لگاتے ہیں۔

رواۃ کے سنین وفات کا کم کم ذکر کرتے ہیں۔ بعض رواۃ کے حالات نہایت مختصر ہیں کئی مقام پر کوئی خاص معلومات نہیں ملتیں جبکہ بعض تراجم میں صرف نام اور روی عن اور روی عنہ پر اکتفا کیا گیا ہے۔ کتب میں ایک معتدیہ تعداد ان رواۃ کی بھی ہے جن کی ثقاہت یا ضیعف کے بارے میں کوئی حکم موجود نہیں۔ مولف نے خود قاری کو اس طرف توجہ دلائی ہے کہ ایسا انہوں نے اس صورت میں کیا جب ناقدین فن کی رائے نہیں مل سکی جو نہی ملی وہ اس میں شامل کر دینگے۔ کہتے ہیں۔

انا قد ذكرنا اسامی كثيرة مهملة من الجرح والتعديل كتبنا ها يشتمل الكتاب على كل من روى عنه العلم رجاء وجود الجرح والتعديل فيهم فنحن ملحقو ها بهم من بعد ان شاء الله (۴۱)

مولف نے تراجم حروف معجم کے مطابق ترتیب دیئے ہیں۔ اگر کسی حرف سے شروع ہونے والے رواہ کی تعداد کثیر ہے تو قاری کی سہوت کے لیے ان کے آباء کے ناموں کو بھی حروف تہجی کے مطابق مرتب کیا گیا ہے۔ مثلاً اگر اسماعیل نامی نے رواۃ کی تعداد کثیر ہے تو سب سے پہلے وہ اسماعیل مذکور ہیں جن کے والد کا نام حرف الف سے شروع ہوتا ہے۔ پھر وہ اسماعیل نامی رواہ جن کے والد کا نام ''ب'' سے شروع اور اسی طریقے کو آخری حرف تک اختیار کیا۔

تراجم کا آغاز احمد نامی رواۃ سے کیا ہے۔ باب ''الف'' میں سب سے پہلے احمد نامی رواۃ کا ذکر ہے۔ باب ''م'' میں سے سب سے پہلے محمد نامی رواۃ کے حالات کا ذکر ہے اگر کسی نام کا روای ایک ہو یا غیر منسوب ہو تو ایسے روای کو ہر حرف کے آخر میں باب الافراد کے تحت لائے ہیں۔ تراجم کے بیان میں حروف معجم کے اعتبار کے ساتھ ساتھ اس بات کو ملحوظ رکھا ہے کہ اگر اس حرف سے کسی صحابی کا نام ہے تو اس کو سب سے پہلے بیان کرتے ہیں۔ کتاب کے آخر جزء کو پانچ ابواب میں تقسیم کیا ہے۔

☆ پہلا باب ان رواہ پر مشتمل ہے جو اپنے والد کی نسبت سے معروف ہیں۔

☆ دوسرا باب ان راویان حدیث کے لیے ہے جو اخو فلان کی نسبت سے مشہور ہیں۔

☆ تیسرا باب مبہم رواہ کے لیے ہے۔

☆ چوتھا باب ان راویوں کے لیے ہے جو نام کے بجائے کنیت سے معروف ہیں۔

☆ پانچواں باب ان خواتین رواۃ کے لیے مختص ہے جو کنیت سے مشہور ہیں۔

مولف رواۃ کے بارے میں عمومی معلومات کے علاوہ ان کی ثقاہت وعدالت یا مجروح ہونے کے بارے میں ائمہ نقد کی آراء کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ نقد وجرح کے بارے میں اپنا موقف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

وقصد نا بحكايتنا الجرح والتعديل فی كتابنا هنا الى العارفين به العالمين له متاخراً بعد متقدم الى ان انتهت بنا الحكايةا لى أبى و أبى زرعةرحمهما الله ولم تحک عن قوم قد تكلموا فى ذلک لقلة معرفة به، ونسبنا كل حكاية الى حاكيها والجواب الى صاحبه، ونظر فى اختلاف اقوال الأئمة فى المسؤلين عنهم فحذفنا تناقض قول كل واحد منهم والحقنا بكل مسؤل عنه ما لاق به و اشبهه من جوابهم. (۴۲)

نقل اقوال میں دیانتداری سے کام لیا ہے۔ اگر کسی راوی کے بارے میں ابو زرعہ سے کسی دوسرے شخص نے دریافت کیا ہے تو اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور دونوں میں امتیاز سائلت اور سئل سے کرتے ہیں۔ کہتے ہیں:

كلمااقول سئل أبو زرعه فانی قد سمعته منه الا انه ساله غيرى بحضرتى فلذلک لا اقول سالته، وأنا فلا ادلس بوجه ولا سبب (۴۳)

ابن ابی حاتم نے جرح وتعدیل سے متعلق ائمہ کے اقوال جمع کرنے ہی پر اکتفا ہی نہیں کیا بلکہ بعض مواقع پر

اپنی رائے کا برملا اظہار بھی کرتے ہیں۔ جرح وتعدیل سے متعلق ائمہ کے متعارض اور متضاد اقوال کی صورت میں بڑے تدبر اور باریک بینی سے کام لیتے ہوئے صحیح حکم مستنبط کرتے ہیں۔

الفاظ جرح وتعدیل کو مختلف مراتب و درجات میں تقسیم کیا ہے، کہتے ہیں:

فاذاقيل ثقة، اومتقن احتج به وان قيل صدوق أومحله الصدق أولابأس به فهو ممن يكتب حديثه و هو دون ما قبله واذ اقيل صالح الحديث، فيكتب حديثه و هو دون ذلك يكتب لا عتبار واذاقيل لين فدون ذلك واذا قالواضعيف الحديث فلا يطرح حديثه بل يعتبر به فا ذاقالوا متروك الحديث أو ذاهب الحديث أو كذاب فلا يكتب حديثه (۴۴)

یعنی تعدیل کا اعلیٰ ترین درجہ ثقة، متقن ہیں اور اس سے کمتر صدوق یا لابأس به یعنی اس سے مروی احادیث لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور اس سے کمتر لفظ صالح الحديث اور اس سے بھی کمتر کمزور (لین) ہے۔ کسی راوی کے بارے میں ضعیف الحدیث کہا جائے تو اس کی حدیث پر توجہ دی جائے گی۔ لیکن جب متروک الحديث، ذاهب الحديث یا كذاب راوی کے ساتھ ہو تو اس کی روایت کو ضبط تحریر میں نہیں لایا جائے گا۔ کذاب جرح کا بدترین درجہ ہے جس کے مقابلے میں دیگر مراتب جرح کمتر درجے کے ہیں۔

کتاب میں اٹھارہ ہزار سے زیادہ روایان حدیث کے تراجم ہیں۔ یہ کتب بعد میں اس فن پر لکھنے والوں کے لیے اہم مرجع اور مآخذ بن۔ ہر جلد کے آغاز یا اختتام پر تراجم کی فہرست موجود ہے۔

ابن ابی حاتمؒ نے اپنی اس کتاب امام بخاریؒ کے بعض اوہام و اغلاط کا ذکر بھی کیا بلکہ ایک مستقل رسالہ میں ان کا تعاقب کیا ہے۔ ان کہنا ہے کہ امام بخاریؒ نے بعض رواۃ کو ضعیف قرار دیا جبکہ وہ ثقہ ہیں۔

ہمارے سامنے اس کتاب کے دو ایڈیشن ہیں، ایک مطبعہ دار المعارف العثمانیه حیدرآباد دکن کا جو ۱۹۵۲ء میں شائع ہوا۔ دوسرا ایڈیشن جو پہلے ایڈیشن ہی کا عکس ہے اسے دار احیاء التراث العربی بیروت نے شائع کیا۔ اس پر سن طاعت موجود نہیں۔ مختلف مخطوط نسخوں کے تقابل کے بعد یہ طبع تیار کیا گیا ہے۔ کتب چار جلدوں اور ہر جلد دو اجزاء پر مشتمل ہے جبکہ مقدمہ کتاب تقدمة الجرح علیحدہ مستقل جلد میں ہے۔ ناشرین نے ہر جزء کو علیحدہ علیحدہ نمبر دیا ہے لہذا بشمول مقدمہ یہ کتاب نو جلدوں پر مشتمل ہے۔

امام بخاریؒ اور امام ابن ابی حاتمؒ الرازی کی اہم موضوع پر مفید کتب کے مختصر جائزے کے بعد یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ اپنی اپنی جگہ یہ دونوں کتابیں مفید ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ حدیث کے طالب علم کے لیے یہ لازم و ملزوم ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ان دونوں بزرگوں کو مقام علیین میں جگہ عطا فرمائے اور حصول علم کے لیے ان جیسی محنت ومحبت کی روش پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

حواشی وحوالہ جات

۱۔ یہ قول متعدد اہل علم سے مروی ابن رجب، شرح علل الترمذی، ۵۶/۱، کتاب المجرحین، ۳۶/۱

۲۔ ذہبی، محمد بن احمد، عثمان، سیر اعلام النبلاء، تخریج وتحقیق شعیب الارنوقط، علی ابو زید، موسسۃ الرسالہ، بیروت، ۱۹۸۳ء، ۱۸۸/۹

۳۔ کان اول من احتاط فی قبول الخبر ذہبی، تذکرۃ الحفاظ، ۲/۱

۴۔ حضرت عمر کے بارے میں ہے: وھو الذی سن للمحدثین التثبت فی النقل وربما کان یتوقف فی خیر الواحد اذا ارتاب (ایضا، ۶/۱): حضرت علی کے بارے میں لکھتے ہیں: کنت اذا سمعت من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا نفعنی اللہ بماشاء ان ینفعنی منہ واذا کان حدثنی عنہ غیرہ استحلفتہ (ایضاً ۱۰/۱)

۵۔ اصول وتاریخ حدیث سے متعلق تقریباً ہر کتاب میں فتنہ وضع پر بحث موجود ہے، بلکہ اس موضوع پر مستقل تصانیف موجود ہیں۔ مثلاً عمر بن حسن فلاتہ کی الوضع فی الحدیث وغیرہ۔

۶۔ الاحزاب/۶

۷۔ امام بخاری کے تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے: الجرح والتعدیل ۱۹۱/۷، تاریخ بغداد، ۷/۲؛ وفیات، ۱۸۸/۴؛ طبقات السبکی، ۲۱۲/۲، تذکرۃ، ۵۵۵/۲،

۸۔ ابن العماد، شذرات، ۱۳۴/۲؛ الجامع لاخلاق الراوی، ۱۸۷/۲؛ فتح المغیث للسخاوی، ۲۶۶/۳؛ ابن نقطۃ، التقیید، ۱۲/۱

۹۔ سخاوی، محمد بن عبدالرحمٰن، شمس الدین، فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث، تحقیق رضوان جامع رضوان، مکتبہ نزور مصطفیٰ الباز، مکہ مکرمہ، ۲۰۰۱ء، ۲۶۶/۳

۱۰۔ سبکی، عبدالوہاب بن علی، تاج الدین، طبقات الشافعیہ الکبری، تحقیق عبدالفتاح اور محمود محمد الطناحی، دار احیاء الکتب العربیہ، بیروت، ۲۲۵/۲۔ ۲۲۶

۱۱۔ خطیب بغدادی، الجامع لاخلاق الراوی، مکتبہ المعارف، ریاض، ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء، ۱۸۷/۲، فتح المغیث، ۲۶۶/۳

۱۲۔ بخاری، التاریخ الکبیر، المقدمہ، ۶/۱؛ خطیب بغدادی، تاریخ بغداد، دار الکتب العربی، بیروت، ۷/۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۴۰۳/۱۲

۱۳۔ ایضا، ۷/۱؛ سبکی، طبقات، ۲۲۱/۲

۱۴۔ تاریخ بغداد، ۲۷/۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۴۳۲/۱۲؛ سبکی، طبقات، ۲۲۱/۲

۱۵۔ سیر اعلام النبلاء، ۴۳۲/۱۲؛ ابن نقطہ، محمد بن عبدالغنی، کتاب التقیید لمعرفۃ الرواۃ والسنن، دار الحدیث، بیروت، ۱۴۰۷ھ، ۱۹۸۶ء، ۱۲/۱

۱۶۔ طبقات السبکی، ۲۲۶/۲

۱۷۔ التاریخ الکبیر مقدمة، ۱/i/۲، تاریخ بغداد، ۷/۲

۱۸۔ التاریخ الکبیر، المقدمة، ۱/i/۶؛ تاریخ بغداد، ۷/۲؛ ذہبی، محمد بن احمد، عثمان، تذکرۃ الحفاظ، مطبوعہ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن، ۱۹۵۸ء، ۵۵۵/۱

۱۹۔ ایضا، ۱/i/۱۱؛ سیر اعلام النبلاء، ۴۳۹/۱۲؛ فتح المغیث، ۱۴۱/۳؛ سبکی، طبقات، ۲۲۴/۲

۲۰۔ سیر اعلام النبلاء، ۴۳۹/۱۲؛ فتح المغیث، ۱۴۱/۲؛ سبکی، ۲۲۵/۲۔۲۲۶؛ مثلا: التاریخ، ۱/ii/ ۱۳۰، ۲/i/۱۶۲، ۲۷۷، ۳۴۳، ۳۷۰؛ ۳/ii/۱۹۷، ۴۰۷، ۴۱۳ ایسی مثالیں کتاب میں دیگر مقامات پر بھی دیکھی جاسکتی ہیں۔

۲۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۴۳۹/۱۲۔۴۴۱؛ فتح المغیث، ۱۴۱/۲؛ سبکی، ۲۲۴/۲

۲۲۔ سبکی، طبقات، ۲۲۴/۲؛ فتح المغیث، ۱۴۱/۲

۲۳۔ التاریخ الکبیر، ۲/ii/۹، ۱۰؛ دیگر مثالوں کے لیے دیکھئے: ۲/i/۱۷۷، ۳۶۴؛ ۳/i/۴۰۸؛ ۳/ii/۷۹

۲۴۔ التاریخ الکبیر، کے آخر میں موجود ہے۔ کتاب الکنی کے نام سے متعدد بار علیحدہ بھی شائع ہوچکی ہے۔

۲۵۔ ابن حجر، لسان المیزان، ۳۶۱/۵

۲۶۔ تفصیلی حالات کے لیے دیکھیے، الوفیات، ۲۸۷/۲؛ سبکی، طبقات، ۳۲۴/۳۔۳۲۵؛ تذکرۃ الحفاظ، ۸۲۹/۳۔۸۳۲؛ میزان الاعتدال، ۵۸۷/۲؛ شذرات، ۳۰۸/۲؛ سیر اعلام النبلاء، ۲۶۳/۱۳ وبعد

۲۷۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۶۵/۱۳؛ تذکرۃ، ۸۳۰/۳؛ طبقات السبکی، ۳۲۵/۳

۲۸۔ ایضاً، ۲۵۵/۱۳۔۲۵۶؛ ذہبی، محمد بن احمد، عثمان، تاریخ الاسلام، تحقیق عمر عبدالسلام تدمری، دار الکتب العربی، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ۲۰۰۲ء، ۴۳۱/۲۰

۲۹۔ سیر، ۲۴۸/۱۳

۳۰۔ ایضا، ۲۶۳/۱۳۔۲۶۴

۳۱۔ واقعہ کی تفصیل کے لیے دیکھئے، سیر، ۲۶۶/۱۳؛ تذکرۃ، ۸۳۰/۳

۳۲۔ سیر، ۲۵۱/۱۳

۳۳۔ ایضا، ۲۶۳/۱۳

۳۴۔ ایضا، ۲۶۴/۱۳

۳۵۔ تذکرۃ الحفاظ، ۸۳۰/۳؛ طبقات السبکی، ۳۲۵/۳؛ الحنبلی، عبدالحی ابن العماد، شذرات الذہب فی اخبار من ذہب، دار المیسرۃ، بیروت، ۱۳۹۹ھ، ۱۹۷۹ء، ۳۰۹/۲

۳۶۔ سیر اعلام النبلاء، ۲۶۴/۱۳

۳۷۔ ایضا،۱۳/۲۶۴۔۲۶۵؛ طبقات السبکی،۳/۳۲۵

۳۸۔ ایضا،۱۶/۳۷۳؛ تذکرہ الحفاظ،۳/۹۷۸

۳۹۔ العمری،اکرم ضیاء،بحوث فی تاریخ السنۃ المشرفۃ،مکتبہ العلوم والحکم،المدینہ المنورۃ،۱۹۹۴ء،ص۱۵۱

۴۰۔ عتر،نور الدین،منہج النقد فی علوم الحدیث،دار الفکر،دمشق،۱۹۸۵ء،ص ۱۳۱

۴۱۔ سیر اعلام النبلاء، ۱۳/۲۶۴ ؛ ذہبی کتاب التاریخ میں لکھتے ہیں: کتاب الجرح تدل علی سعۃ حفظ الرجل وامامتہ۔ (التاریخ،۲۴/۲۰۷)

۴۲۔ کتاب الجرح،۱/i/۳۸

۴۳۔ ایضاً،۱/i/۳۸

۴۴۔ کتاب الجرح،۲/i/۵۰۱